عہد شاہ عالم ثانی کا ایک افغان شاعر

ملا لتاڑ خاں افغان رام پوری

از جناب خان غازی کابلی صاحب

پچھلے دنوں خان غازی صاحب کابلی نے "بیسویں صدی" کے لیے ایک مضمون بعنوان "غالب کے افغان دوست اور شاگرد"، لکھا تھا اور اس سلسلے میں مضمون کا تعارف کراتے ہوئے برسبیل تفریح کہا تھا کہ رام پور میں ایک افغانی مجلس میں مرزا غالب کی ملا لتاڑ خاں سے ملاقات ہوئی تھی اور اس ملاقات کے دوران میں لتاڑ خان نے پشتو کا ایک شعر غالب کو سنایا تھا جس کا ترجمہ اردو شعر میں مرزا صاحب نے یوں کیا تھا ؎

روز آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے		تجھ سے اے دشمن جاں تیرا خیال اچھا ہے

خان غازی کو اس وقت قطعاً یہ خیال نہ تھا کہ "لتاڑ خاں" نام کی کوئی شخصیت کبھی گزری ہے یا اس نام کی کسی شخصیت کا کبھی کوئی وجود تھا۔ لیکن اب نیشنل میوزیم نئی دہلی میں کابلی صاحب کو ملا لتاڑ خاں رام پوری کا پورا افغانی دیوان مل گیا ہے اگرچہ ملا لتاڑ خاں کا تعلق اس عہد سے نہیں ہے جس میں مرزا غالب نغمہ سرائی اور سخن طرازی کیا کرتے تھے تاہم ملا لتاڑ خاں رام پوری کے اس دیوان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ شاہ عالم ثانی کے زمانے میں ہندوستان کی کیا حالت تھی اور ہندوستان کے افغان کس رنگ میں سوچتے تھے۔ ملا لتاڑ خاں نے اپنی نظم میں شاہ عالم ثانی کو "سنی چار یاری" اور سچا مسلمان، لکھا ہے اور اس کی سلطنت کی مضبوطی کے لیے دعا بھی کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی اور ہندوستانی افغانوں میں کوئی مخاصمت نہ تھی بلکہ عقیدت اور محبت کے رشتے استوار تھے۔ خان غازی کابلی نے اس مضمون کے دوران غلام قادر خاں سے

متعلق بیان کردہ مظالم کے افسانے کو بھی ایک سیاسی افسانہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے چونکہ ضابطہ خاں شاہ عالم ثانی کے وزیر تھے اور ان کے بعد ان کے لڑکے غلام قادر خاں وزیر بنے تھے اور اُن کے عہد میں ہی مرہٹوں اور انگریزوں نے سازشیں شروع کر دی تھیں اور مرہٹے لال قلعہ میں گھس آئے تھے اور پھر غلام قادر خاں نے انہیں قلعہ سے نکال کر دہلی سے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے غلام قادر خاں کے مظالم کا افسانہ مرہٹوں اور انگریزی سیاست کا مذموم شاہکار تو ہے جس کا حقیقت سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے اس سلسلے میں ہم ارباب نظر کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ خان غازی کے نظریے کی تائید یا مخالفت میں بھی اپنی کاوشوں کو دنیا کے سامنے رکھیں۔ (بُرہان)

ایک زمانہ تھا کہ راس کماری اور خلیج بنگال سے سرحدِ ہند (دریائے سندھ) تک افغانی زبان (پشتو) سمجھی اور بولی جاتی تھی، خاندیس (دکن) روہیل کھنڈ (وسطِ ہند) فرخ آباد اور چراغ دہلی میں پشتو کے مشاعرے ہوا کرتے تھے ویسے تو افغانی زبان (پشتو) غوریوں، لودھیوں، اور سوریوں کے عہد تک عوامی زبان رہی ہے لیکن اس کا سنہری زمانہ لودھیوں، سوریوں اور فرنگی سامراج کے ابتدائی دور تک رہا ہے اور اس زمانے میں افغانی (پشتو) آج کی طرح غیر ملکی نہیں بلکہ ہندوستانی زبان سمجھی جاتی تھی۔ بہلول لودھی اور خلیل نیازی کے افغانی شاعری کے نمونے "پشتو تاریخ ادب" میں محفوظ ہیں۔ ہندوستانی کتب خانوں میں پشتو شعر وادب کے اس قدر ذخیرے موجود ہیں کہ اتنے افغانستان میں بھی نہیں ہیں۔ رامپور کا کتب خانہ "رضائیہ" اس سلسلے میں خاص شہرت رکھتا ہے اس کے علاوہ کلکتہ، پٹنہ، بھوپال اور دلّی کے نیشنل میوزیم میں بھی پشتو کی علمی ادبی، سیاسی، تاریخی نایاب کتابیں الماریوں کی زینت ہیں یاد رہے کہ ہندوستان میں مسلمان بحیثیت قوم دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ "ایرانی" سب جمع "مغل" ہیں کیوں کہ ایرانی مغل شاہنشاہ نصیرالدین ہمایوں کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ اور سنی" سب کے سب جمع "افغان" ہیں بہرحال آج ہندوستان میں ۹ کروڑ افغانی مسلمان آباد ہیں۔ جو متحدہ افغانستان بشمول

"پختونستان" میں بھی اتنے نہیں ہیں۔ راجستھان میں اسلام آباد (ٹونک) وسطِ ہند میں روہیل کھنڈ، رامپور، بریلی، فرخ آباد۔ مراد آباد۔ شاہجہان پور۔ مدھیہ پردیش میں بھوپال، محمد گڑھ گوالیار، بہار میں سہسرام دکن میں خاندیس، یہ تمام علاقے اور شہر افغانی مسلمانوں سے بھرے پڑے ہیں اور متحدہ ہندوستانی قومیت کے جزو بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس مضمون میں مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ آخری مغل دور میں بھی افغانی زبان (پشتو) کو بہت ہی زیادہ اہمیت حاصل تھی اس سلسلے میں "دیوان ملا لتاڑ خاں" جو اس وقت نیشنل میوزیم نئی دہلی میں موجود ہے پیش کیا جاتا ہے۔" ملا لتاڑ خاں" رام پور کے رہنے والے تھے جس کا ثبوت ان کی ایک رباعی ہے جو ان کے قلمی دیوان میں درج ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

اُوریہ "پختون" نور ہندوستان شوه — پہ رام پور جمع داڑه افغان شوه !

دِلُوِیو، درُّدکو، داُوری یارانو ! — "سردار" نواب فیض اللہ خان، شوه

"جب تمام ہندوستان افغانوں کے لیے آگ بن گیا، تو سب رام پور میں آکر جمع ہوئے۔ دوستو! اس وقت سب خورد و کلاں افغانوں نے اپنا سردار (رہنما یا لیڈر) نواب فیض اللہ خان کو منتخب اور مقرر کیا۔"

دیوان کے خاتمہ پر یہ عبارت درج ہے ——— "تمام شد دیوانِ ملا لتاڑ خاں بزبانِ افغانی جلوس شاہ عالم بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ بدستخط حقیر فقیر روح اللہ خان ؎

ہر کہ خواند دعائے طمع دارم — زاں کہ من بندۂ گنہ گارم" ———

اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیوان لتاڑ خاں بزبان افغانی شاہ عالم ثانی کے عہد میں تالیف ہوا ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی علم دوستی کے صدقے میں یہ "کتب خانہ حضوری ٹونک" (راجستھان) سے "نیشنل میوزیم نئی دہلی" میں آیا ہے اور مجھے اس کے درشن جناب نریندر ناتھ شرما اور مولانا عمری بخاری کے لطف و کرم سے حاصل ہوئے ہیں۔

دیوان "لتاڑ خان" کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی افغان (روہیلے) دہلی کے مغل تاجدار شاہ عالم ثانی کے بدخواہ اور دشمن ہرگز نہ تھے اور غلام قادر خاں افغان کے مظالم کا

آدمی اپنے گھر میں سلطان ہے، اس کے فرمان میں طاقت نہیں اس لیے اس کا حکم بھی نہیں چلتا۔ پورب میں اس کی عمل داری نہیں ہے اور یہی حالت دکن کی ہے اس کے خزانے میں بھی زور نہیں ہے اس اس کا ایوان لشکر سے خالی ہے۔ چاروں طرف ملک اس سے گریزاں ہے، منہ بند دل ہی دل میں مصروف فغاں ہے، اغیار کے ظلم سے دہلی میں قید ہے، اور قسمت کا منتظر ہے اس کے ہاتھوں میں "گلِ بہار" خزاں سے پژمردہ ہے۔ اس کے دل کا جام "مئے ارمان" سے بھرا ہوا ہے اور اس کا عندلیب گلستاں گل آرزو منہ سے اس کا بخت یاوری نہیں کرتا اور اس کی مرادوں کا دیوان ویران ہے۔ اس کا غمزدہ دل غموں سے فکر کی آگ میں بریان ہے۔ نصیب کی برگشتگی سے گھر میں مہمان ہے۔ ظاہر میں ہنستا اور مسکراتا ہے مگر باطن میں رو رہا ہے ہاتھ پاؤں سے کچھ نہیں کر سکتا خدا کی قدرتوں کو دیکھ کر حیران ہے۔ دنیا کے "زندانِ غم" میں اسیر ہے۔ دنیا کے نفع و نقصان سے مجبوراً بے تعلق ہے، اس کے حرص کے گھوڑے پر زین کسا ہوا ہے۔ مگر پائے بند اپنے تھان پر کھڑا ہے، نیلے تیر کی طرح میدان میں زخمی ہے اور خدا کے حکم اور فرمان کو سننے کے لیے کان لگائے ہوئے ہے۔ دل و جان سے اس کی یہ تمنا ہے کہ سلطنت کرے اور خدا سے یہی دعا کرتا ہے۔ جب تک مجھ میں طاقت ہے میں بھی اس کے لیے یہی دعا کرتا رہوں گا کیونکہ شاہ عالم "سنی چار یاری" ہے اور سچے مذہب پر قائم ہے۔ جو کوئی بھی علی گوہر سے دشمنی کرتا ہے وہ اپنی جان کا دشمن ہے بادشاہوں کی دشمنی میں دین و دنیا کا نقصان ہے یہ "لتاڑ خان" کا کہنا نہیں ہے سرورِ آخر زماں کا فرمان ہے۔"

"ملا لتاڑ خاں" کی مندرجہ بالا نظم کے آخری اشعار اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ شاہ عالم ثانی سنی المذہب سچے مسلمان تھے اور چونکہ تمام افغان سنی المذہب ہیں اس لیے "لتاڑ خاں" نے اس کی سلطنت کی منظوری کے لیے دعا کی ہے اور اس کے دشمن کو اپنی جان کا دشمن بتایا ہے اور یہ بھی کہ بادشاہوں کی دشمنی میں دین و دنیا کا نقصان ہے اگر حقیقت میں ہند کے افغان مغل بادشاہ شاہِ عالم ثانی کے دشمن ہوتے تو ایسی حالت میں احمد شاہ ابدالی افغان فتح دہلی کے بعد شاہ عالم ثانی کے حق میں ہندوستان کی بادشاہت سے کیوں دست بردار ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلام قادر کے

مظالم کا افسانہ ایرانیوں، مرہٹوں، اور انگریزوں کی تکونی سیاست کا شاہکار ہے جو شاہ عالم ثانی کو اپنی انگلیوں پر نچانا چاہتے تھے لیکن اس کے خلاف غلام قادر خاں جو اپنے والد ضابطہ خاں کے بعد شاہ عالم کے دربار میں جانشین تھے یعنی وزیرِ اعظم تھے " قلعۂ لال " میں غیروں کا اقتدار برداشت کرنے کو تیار نہ تھے چنانچہ " واقعات دار الحکومت دہلی " کے صفحہ ۶۷۳ تا صفحہ ۶۷۶ پر ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"۱۷۸۵ء میں ضابطہ خاں نے انتقال کیا اور غلام قادر خاں اس کی جگہ (وزیر) ہوئے اسی سال شاہ عالم نے اپنے آپ کو مرہٹوں کی سپردگی میں دے دیا جو سیندھیا کے تحت تھے مرہٹوں نے قلعہ میں اپنی فوج گھسا سیندھیا مہاراج نے پٹیل کا لقب لیا لیکن غلام قادر خاں اپنے گھمنڈ میں تھا اور اپنے غرے میں مرہٹوں کو کب خاطر لاتا تھا مرہٹوں سے لڑنے پر اتر آیا ۱۷۸۷ء میں قلعہ کے سامنے شاہدرے میں لشکر ڈال دلی پر حملہ کی تیاری کرنے لگا قلعہ سے گولے برسنے لگے غلام قادر کب چوکنے والا تھا گولوں کا جواب گولوں سے دینے کے علاوہ اس کے پاس ایک چلتا ہوا نسخہ دام و درم کا بھی تھا۔ ع

" زر بر سرِ فولاد نہی نرم شود "

نتیجہ یہ ہوا کہ مغل اُدھر (مرہٹوں) سے ٹوٹ اِدھر (غلام قادر خاں سے) آن ملے۔ مرہٹے بے یار و مددگار رہ گئے اور شہر سے نوک دم بھاگے اور غلام قادر خاں حضوری میں باریاب ہوئے۔"

بس اصل بات اتنی سی ہے اس کے بعد جو کچھ ہے افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ملوکیت کے پرستاروں نے جو لغو افسانہ غلام قادر خاں کے سلسلے میں مشہور کیا ہے تعجب ہے کہ اس سے سر علامہ محمد اقبال جیسے افغان دوست بھی متاثر ہوئے ہیں اس لیے انھوں نے غلام قادر خاں کو ظالم اور ستمگر کہا اور لکھا ہے۔ ع نکالیں شاہ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے،

ملا تاڑ خاں رام پوری نے اپنا دیوان ۱۲۰۹ھ میں مکمل کیا۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں کہ

چہ تمام می دا کتاب شوہ افغانی | شوی ہجری دوصل زرہ نوی کالہ ہجرانی
دانده و چوگر دې ملی دربانه کړه بارانو | دِ شادی پہ ملک می وکړله دوانی
چہ نداد آزادی را بانه وشوه | نوری لری کل اسباب کړل زندانی
بے فائدہ روزگاری دواړه فراموش کړل | زۀ لعارډ" بہ کړم اوس ذکر سبحانی

"۱۲۰۰ھ ہجری کا سال تھا جب میں نے یہ افغانی کتاب پوری کی، غم و اندوہ کے جو نئے پڑے برباد کرکے اقلیم مسرت کو آباد کیا۔ جب بھی کسی نے آزادی کے لیے پکارا تو میں نے زندانی (غلامی) کے اسباب کو پرے پھینکا۔ اب بے فائدہ روزگار کو میں نے فراموش کردیا ہے اور خدا کی یاد کروں گا:"

شعر ۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوان لعارڈ خاں ۱۲۰۹ھ میں تحریر کیا گیا ہے اس لحاظ سے آج اس کی عمر ۱۷۹ برس کے قریب ہے۔ اس کا کاغذ کھردرہ (دیسی) ہے۔ افغانی رسم الخط میں سیاہ جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اس میں حمد و نعت چار یاروں کی مدح کے بعد کئی غزلیں، مخمس اور رباعیات درج ہیں۔ ذیل میں چند غزلیات اور رباعیات کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) کہ خبر شې دعاشقو له رواجه | دودانه ودانی به کړی تاراجه
مصلے دِ بې ننګی به سپی لنګ کړی | توبه کا زيه شي ددې دنيا له تاجه
خوشحالی به دِ دهر فراموش کړی | د دیدن ته به مدام ګرزی محتاج
کہ رنځور په عاشقی کېن شې "لعارڈ"
طبیبان به دِ عاجز شی له علاجه!

"اگر عاشقوں کے رواج سے خبردار ہوجاؤ گے، تو ان آبادیوں کو تاراج کردو گے بے ننگی کے مصلے کا لنگ بناکر باندھو گے اور دنیا کے تخت و تاج سے توبہ کرلو گے دنیا کی خوشیوں کو فراموش کردو گے۔ ہمیشہ حسینوں کی دیدار کے لیے محتاج پھرو گے۔ اگر عشق کی بیماری سے تم لعارڈ بیمار ہوئے تو طبیب بھی تمہارا علاج نہیں کرسکیں گے۔"

شہ آگاه به دا دنیا کبن راست دچپ | دیره نل لحه دِ نوس دې له غپ

په داودان ښهر ټګان دي راګډ شوي   په غلول ئې خلق کړه سره کپ
د يقين منګي کړه ډک د مراد له بحره   مانزۀ خله دا اوپه په چونګ د لپ
له نابوده کاره توبه کړه "لتاړا"   که ويريږې د دوزخ د اور له تپ

"اچھی طرح دنیا کے راست وچپ سے آگاہ رہو۔ ایک پیٹ اور دوسرے کتے کی "تپ" یعنی بھونکنے سے ہمیشہ ڈر۔ اس برباد شہر میں کہیں سے ٹھگ آن کر داخل ہوئے ہیں جنھوں نے لوگوں (خلق) کے "سرکپ" ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں۔ یقین کے گھڑے کو بحرِ مراد سے بھر لو۔ بوند بھر پانی کو سیٹھوں سے مت نکالو، نابود اور برے کاموں سے اے "لتاڑ" بھاگ۔ اگر آتش دوزخ کی گرمی کا خوف ہے"

په شپه ناست يې "مې نوشي" په ميخانه کښې   او د ورځې کوې شغل د کتاب !
له دريابه خلق دُر و ګوهر د کاږي   را او کاږي ته کوډ ورې د درياب !
د قارغه په څير مردار خوراک شو   بلبل نشوې چه تل ذوق کړې له ګلاب
څو له بد و استغفار نشې "لتاړا"   خيل دلبر به در ته نشي بې نقاب

"رات کو "مے خانہ" میں "مے نوشی" کرتے ہو، اور دن کو کتاب کا شغل، لوگ دریا سے دُرّ نکالتے ہیں مگر تم ٹھیکریاں نکالتے ہو۔ افسوس! تم کوّے کی طرح مردار خور ہوگئے ہو۔ بلبل نہیں بنے جو گلاب کا ذوق رکھتا ہے۔ جب تک اے "لتاڑ" تم بدی سے توبہ نہ کرو گے، تمہارے سامنے تمہارا دلبر بے نقاب ہوکر نہیں آئے گا"

چاچه څښلې دې د ستا د شونډو شراب   هغه ګرزي په دُنيا مست و خراب
ګفتګوې د تا له ذکره نور غلط کړي   مطربانو چه "ګنهګار" کا د رباب !
که مجلس د بُت پرستو، مې خوره دي   آغلې ستا اِسم، په بت په ميو ناب
زه "لتاړ" د فاني ساره فارغ شوم   که زړګى مې ستا په مينه شي کباب

"جس نے بھی تمہارے ہونٹوں کی شراب نوش کی ہے وہ دنیا میں مست وخراب گھوم رہا ہے

گفتگو میں تمہارے ذکر کے سوا کوئی بات نہیں کرتا حتیٰ کہ مطرب بھی جب رباب بجاتے ہیں تو تمہارا ہی نام لیتے ہیں اسی طرح بُت پرستوں کی مجلس میں مے خور بھی تمہارے ہی نام سے "مئے ناب" کے جام چڑھاتے ہیں"

کله خرٔ څېرے ډېرا نو وته رفتار کړې ... خوار دِ خان کړ خبر نشوی له مطلبه
له سړیو همیشه کنارا گرزی ... رنگ دِ ورک شه له سګا نو کوی لوبې
د ناقص پیر مُریدی مکړه نا درنه ... څه خبر دی نابینا دِ روز و شبه
د "لتاړا" دِ دی خبرو ته غوږ کېږ ده ... دغه پسې کوه طمع دِ منصبه

گدھے کی طرح تمہاری رفتار "روڑیوں" کی جانب ہے، اس لیے اپنے مطلب سے باخبر نہیں ہوئے بلکہ خوار و ذلیل ہو گئے۔ انسانوں سے تم ہمیشہ گریزاں اور کنارہ کش رہتے ہو۔ خدا تمہارا رنگ تبدیل کردے کیونکہ تم کتوں کے ساتھ کھیلا کرتے ہو۔ ناقص پیر کی مریدی اے نادان مت کر کیونکہ اندھے کو روشن دن اور رات کا کیا پتہ ہوتا ہے۔ اے "لتاڑ" میری اِن باتوں کے سننے کے لیے کان کھول دے اس کے بعد کسی مرتبہ یا منصب کا طلبگار بن"

خدایه ما ته گل دِ مینې دِ گل زار را ... په دا گُل کښې بیا په فضل دِ دیدار را!
چه یې سیز منافقان په سر دلبو کښې ... ته ما لره امان له هغه نار را
چه پرتې دی دِ خوبانو په رخسار د ... له هغو زلفینو ما لره یو تار را
زه "لتاړ" دا عرض تل کوم د تا ته ... لیذت ما لره دِ ښکلیو دِ رخسار را

"اے خدا مجھے گل زار محبت کے پھول کی محبت عطا کر اور پھر اس کے دیدار سے اپنے فضل سے شاد رکھ، وہ آگ جس کے شعلوں میں منافق جلتے ہیں اس آگ سے مجھے امان بخش اور وہ زلفیں جو حسینوں کے رخ پر پریشاں ہیں ان کا کوئی تار میرے حصے میں بھی آئے "لتاڑ" ہمیشہ یہی عرض تم سے کرتا ہے کہ اے حسینوں کے رخسار کی لذت عطا کر"

الله دی لگیدلی په هرچا له خپله تنه ... پښې دِ هر چا ته په خپل خان کښې شوه با

لاس پہ تورا کیگدہ پہ میدان شوہ غزا — ری دِ غفلت پیٹی لہ سرہ کڑہ " لتا ڑا "

" ہر کوئی اپنی لگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے اور ہر کوئی اپنی بلا (مصیبت) میں مبتلا ہے غفلت کے بوجھ کو اے " لتا ڑ " پرے پھینک دے، تلوار ہاتھ میں لے کیونکہ " غزا " یعنی میدانِ جنگ گرم ہے "

مندرجہ بالا اشعار ملا لتا ڑ خان کی غزلوں میں سے منتخب کر کے مع ترجمہ کے پیش کئے گئے ہیں۔

اب ذیل میں ملا لتا ڑ خان کی چند رباعیات پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ ہو۔

دا نہ پوھیزم چہ خہ بلا شوہ — محبوبہ مستہ لہ ما جدا شوہ!
شادہ درخ لا ڑہ لہ ما " لتا ڑا " — بر خہ می حرزم دِ غم زڑا شوہ

" کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی مصیبت ہے کہ میری مست محبوبہ مجھ سے جدا ہو گئی ہے خوشی کا دن مجھ سے " لتا ڑ " چلا گیا اور میرے حصے میں غم کا رونا آ گیا ہے "

محبوبی بیا سترگی خمار ی کڑی — " گھائیلو " زڑو نو دینے جاری کڑی
ترسرہ تر شہ درتہ " لتا ڑا " — پہ دا دنیا کبن کہ یاری کڑی

محبوبہ کی آنکھیں پھر خماری ہو گئی ہیں اور زخمی دلوں سے خون بہنے لگا ہے اے " لتا ڑ " اگر اس دنیا میں یاری کرتے ہو تو سر سے گزر جاؤ "

پہ زڑہ بار شوہ دِ غم بار دِ نہ — صبری نشی کرم فریاد د نہ ،
" گھاؤ " دِ خاطری صحت نکاند — کڑہ " لتا ڑ " کڑم سل علاج ونہ

" دل پر غم کے بوجھ لد گئے ہیں جبر نہیں کر سکتا اس لیے فریاد ہی کرتا ہوں یعنی چلاتا ہوں دل کا زخم صحت یاب نہیں ہوتا اگرچہ میں " لتا ڑ " سیکڑوں ہی علاج کرتا ہوں "

رباعی ۲ و ۳ میں " گھاؤ " اور " گھائیلوں " کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رو ہیلے افغانوں کی افغانی زبان میں " لتا ڑ خان " کے وقت میں " ہندی " الفاظ شامل ہو گئے تھے۔

زُلفی دِ کشلیو نور شاماران دی — پہ رشہ پوھیگی چہ عاشقان دی
چیچل پہ زرہ کا تشہ " لتا ڑا " — تر پہ خنگ گزری چہ ھشیاران دی

"حسینوں کی زلفیں سیاہ سانپ ہیں اور یہ بات عشاق جانتے اور سمجھتے ہیں اے " لتاڑ"
سانپ دل کو کاٹتے ہیں اور اس لیے وہ لوگ جو ہشیار ہیں اُس سے دور دور رہتے ہیں "

"لتاڑ" ادوزہ لہ ناموننگہ پہ عشق کبن ل شہ تہ لہ پتنگہ
کلہ سر بائیلو پلہ محبت کبن نژدِ بلہ کینے دیار پہ شخنگہ

اے "لتاڑ" ننگ و نام سے گذر اور عشق میں پتنگ کا دوست بن، محبت میں سر کو کھپا دے
اور یار کے پہلو میں بیٹھ "

میں نے " مشتے نمونہ از خروار" کے تحت ملا لتاڑ خاں کے دیوان سے چند غزلوں اور
رباعیوں کو مع ترجمہ کے پیش کیا ہے۔ افسوس کہ ہندوستان میں افغانوں کا اب کوئی قومی ادبی
مرکز نہیں رہا ہے اس لیے ان کے اسلاف کے جواہرات " عجائب خانوں" میں پڑے ہیں اور انہیں
دیمک کھا رہے ہیں۔

- ملا لتاڑ خاں" رام پور کے رہنے والے تھے ان کا اپنا بیان بھی یہی ہے اور ان کے نام سے
بھی یہی ظاہر ہوتا ہے رام پوری " قلم کار" کو آج اپنی زبان میں " لکھاڑ" کہتے ہیں اور " لتاڑ"
بھی " لکھاڑ" کی طرح ایک رام پوری زبان کا لفظ ہے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ رام پور میں آج بھی کوئی
فرد ملا لتاڑ خاں کے خاندان کا موجود ہو اگر کسی کی نظر سے میرا یہ مضمون گذرے تو اس سلسلے میں

دارالعلوم دیوبند کا علمی دینی ترجمان

ماہنامہ **دارالعلوم** دیوبند

گذشتہ ۲۶ سال سے پابندیٔ وقت کے ساتھ جاری ہے، کتاب و سنت کا بہترین شارح، تعلیماتِ اسلامیہ کا ترجمان، مسائلِ عصریہ اور افکارِ جدیدہ کے متعلق اس کے محققانہ مضامین سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دارالعلوم کے دارالافتاء کے تازہ فتاوی، اور بزرگانِ دیوبند کے قیمتی مقالات رسالہ دارالعلوم میں ملاحظہ فرمایئے۔ سالانہ چندہ سات روپے، منی آرڈر سے روانہ فرمایئے، وی پی کی فرمائش نہ کیجیے، نمونہ کے پرچہ کے لیے ۶۵ پیسے کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

خط و کتابت کا پتہ: سید محمد ازہر شاہ قیصر ایڈیٹر رسالہ دارالعلوم دیوبند (یوپی)

قسط نمبر (۷)

ہندو تہذیب اور مسلمان

از ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

نواب آصف الدولہ بڑی دھوم دھام سے ہولی کا تہوار مناتا تھا اور اس تہوار سے متعلق تمام رسومات کی پابندی کرتا تھا۔ اٹھارہویں صدی میں ہولی کے جشن کو نوروز کے جشن کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ میر تقی میر نے نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خاں کے عہد کے جشن ہولی کا دلچسپ اور بڑی تفصیل سے نقشہ پیش کیا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دستہ دستہ رنگ میں بھیگے جوان — جیسے گلدستے تھے جوؤں پر رواں
زعفرانی رنگ سے رنگیں لباس — عطر پاشی سے سبھوں میں گل کے پاس
قمقمے جو مارتے بھر کر گلال — جس کے لگتا آن کر پھر منہ ہو لال
ٹٹیاں دریا کی باندھے دو طرف — کیا چراغاں آسماں کی ہو طرف
ایک عالم دیکھتا ہے دور سے — رات، دن تھی روشنی کے نور سے
کشتیوں میں جو دئے بھر کر چلے — پانی میں شعلوں کے ریلے چلے
سوانگ کیا کیا بن کے آئے درمیاں — دیکھنے کا سوانگ تھا سارا جہاں
کیسی کیسی دیکھیں شکلیں تازیاں — سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں
کیا ہوائی چھوٹنے کا ہے بیاں — دو دو تب جیسے ستارے ہوں عیاں

اس کے بعد میر نے مختلف آتشبازیوں کے چھوٹنے کا ذکر کیا ہے اور اس منظر کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بعد ازیں وہ رقص و سرود کا ذکر کرتا ہے۔

تخت بہر زناں رقص کناں — چنے رستوں میں بے چینی و چپناں[1]

انشاء اللہ خاں، انشاء نے سعادت علی خاں کی ہولی کی مجلس کا بیان ان الفاظ میں کیا ہے۔

"نواب ممدوح .... ہرکرا دریں مقام گمان خوشامد باشد، یکبار رسیدن او در حضور عالی علی الخصوص در ایام ہولی شرط است تا بیند کہ راجہ اندر در پریاں خوشتری نہاید یا ولی نعمت در مجمع حور نژادان و گوہر از نیان نمی بارو یا از زبان آنجناب"[2]

مختصر یہ کہ نواب سعادت علی خاں کی مجلس ہولی اندر کے اکھاڑے کا منظر پیش کرتی تھی۔ رنگ پاشی بادہ نوشی اور رقص و سرود کے علاوہ سوانگ بھرے جاتے تھے۔ نواب صاحب اندر کا روپ بھرتے تھے اور مستورات گوپیاں بنی تھیں اور پھر رنگ رلیاں منائی جاتی تھیں۔

یہی حال بنگال کے صوبہ دار میر محمد جعفر خاں کا تھا۔ وہ ہولی کے تہوار کا بڑا اہتمام کرتا تھا۔ فقراء اور قلندروں کو اس دن کھانا کھلاتا تھا اور ہر ایک فقیر کو بطور خیرات ایک روپیہ دیا کرتا تھا۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے تہوار اور دیگر رسموں کو اپنانے کے ساتھ ساتھ اُن کو اسلامی رنگ دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ مثلاً ہولی میں ہندو خیرات وغیرہ نہیں بانٹتے مگر مسلمانوں نے اس تہوار کو اسلامی رنگ دینے کے لیے اس میں فقیروں کی تواضع اور ان کو خیرات دینے کا عمل داخل کرلیا۔

میر محمد جعفر خاں کی مجلس ہولی کے سلسلے میں طباطبائی کا یہ بیان قابلِ ذکر ہے۔

---

[1] کلیات میر ص ۷۸۳ - ۷۹۰۔ میر شیر علی افسوس نے آصف الدولہ کی ہولی کے جشن کا منظوم تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "آصف الدولہ کا جشن ہولی اور افسوس کی مثنوی معاصر (حصہ اول) ص ۲۰-۲۹ اظفری نے لکھا ہے کہ ہولی کے موسم میں ایک روز نواب نے اُسے طلب کیا اور وہ رقص و سرود کی محفل میں شریک ہوا۔ واقعات اظفری ص ۷۹۔ نیز ملاحظہ ہو ہفت تماشا (اردو ترجمہ) ص ۹۲-۹۴

[2] دریائے لطافت (فارسی) ص ۹۴